R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date 1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
Per Copy-12

جلد ۲۶ - شمارہ ۲۶ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ جولائی ۱۹۶۷ء

آل احمد سرور

یونیورسٹیوں کے اردو اساتذہ کی دوسری کانفرنس

یونیورسٹیوں کے اردو اساتذہ کی ایسوسی ایشن کی پہلی کانفرنس پچھلے سال دلی میں ہوئی تھی۔ امسال دوسری کانفرنس شعبۂ اردو جموں و کشمیر یونیورسٹی کی دعوت پر ۲۳، ۲۴، ۲۵ جون کو سری نگر میں ہوئی اگرچہ کانفرنس کے انعقاد کی اطلاع صرف ایک مہینے پہلے مل سکی، پھر بھی خاصی تعداد میں مندوبین سری نگر پہنچ گئے۔ ان میں جموں و کشمیر کے علاوہ دہلی، علی گڑھ، بنارس، الہ آباد، حیدرآباد، پٹنہ، مگدھ، رانچی، بھاگل پور، بہار، آنکل، میسور، تروپتی، جامعہ ملیہ کے اردو کے استادوں نے شرکت کی۔ مندوبین کے قیام و طعام کا انتظام یونیورسٹی کے کیمپس میں کیا گیا تھا جو ڈل جھیل کے کنارے سیبوں کے درختوں سے گھرا ہوا ہے اور بڑا خوبصورت ہے۔

کانفرنس کا پہلا اجلاس اردو زبان کی تدریس اور اردو ذریعۂ تعلیم کے مسائل سے متعلق تھا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر مسعود حسین خاں صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے کی۔ اس شعبے کی سکریٹری ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ریڈر عثمانیہ یونیورسٹی تھیں۔ صدر نے اپنے خطبے میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل کا جائزہ لیا اور ذریعۂ تعلیم کے سلسلے میں یونیورسٹی کی منزل پر اقدامات کرنے سے پہلے ثانوی منزل تک اردو میں تعلیم کو موجودہ ضروریات کے مطابق بنانے پر زور دیا۔ انھوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ چونکہ اردو کشمیر کی سرکاری زبان ہے اس لیے یہاں اردو کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنانے کے سلسلے میں زیادہ لگن اور انہماک سے کام ہوگا۔ تین مندوبین نے اردو زبان کی تدریس کے سلسلے میں مقالات پڑھے۔ بعد میں بحث ہوئی جس میں تدریس اور ذریعہ تعلیم دونوں مسائل پر تفصیل سے اظہار خیال کیا گیا۔ ذریعہ تعلیم کے مسئلے پر ایسوسی ایشن سے ایک سب کمیٹی بنانے کی بھی سفارش کی گئی۔

افتتاحیہ اجلاس جو پہلے ہونا چاہیے تھا۔ گورنر کی مصروفیت کی وجہ سے سہ پہر میں ہوا۔ اس میں سب سے پہلے مرزا محمد بیگ پرو وائس چانسلر جموں و کشمیر یونیورسٹی سری نگر ڈویژن نے استقبالیہ کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کشمیر کی تاریخ پر نہایت دلکش انداز میں روشنی ڈالی۔ اس کے بعد جناب بھگوان سہائے گورنر جموں و کشمیر نے نہایت صاف ستھری اردو میں افتتاحیہ تقریر کی۔ جناب بھگوان سہائے نے اردو زبان و ادب کے قومی رول کا ذکر کیا، اس کی کل ہند مقبولیت کی طرف اشارہ کیا، اس کی بقا اور ترقی کے لیے ایک اکیڈمی کے قیام پر زور دیا اور کانفرنس کے اغراض و مقاصد سے پوری ہمدردی ظاہر کی۔ آپ کے اس جملے سے مندوبین بہت محظوظ ہوئے کہ میں اردو بولتا ہوں، ہندی پڑھتا ہوں اور انگریزی لکھتا ہوں۔ ان کی تقریر کے بعد جناب ظہیر احمد صدیقی جوائنٹ سکریٹری ایسوسی ایشن نے اپنی رپورٹ پڑھی۔ پھر پروفیسر عبد القادر سروری صدر کانفرنس ایسوسی ایشن نے اپنا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اردو کی تدریس، تحقیق و تنقید کے سلسلے میں تمام اہم مسائل کا جائزہ لیا گیا تھا۔ آخر میں ڈاکٹر محمد حسن جوائنٹ سکریٹری نے شکریہ ادا کیا۔

افتتاحیہ جلسے کے اختتام کے بعد کشمیر اسٹڈی سرکل کی طرف سے مندوبین کو عصرانہ دیا گیا۔ اس میں سری نگر کے ادیبوں اور دانشوروں کی خاصی تعداد شریک تھی۔ اسٹڈی سرکل کے صدر جناب میر غیاث الدین کی طرف سے مندوبین کا خیر مقدم کیا گیا اور جواب میں پروفیسر احتشام حسین، پروفیسر اختر اورینوی اور راقم الحروف نے مختصر تقریریں کیں۔

کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۲۴ جون کو صبح ۹ بجے اردو میں ترجمے کے مسائل پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا۔ اس کی صدارت راقم الحروف نے کی اور اپنے خطبے میں تراجم کی لے اور تیز کرنے اور علمی و ادبی اصطلاحات کے سلسلے میں یکسانی پیدا کرنے اور ذراج سے بچنے، فارسی کے مادوں کے ساتھ جدید مغربی اصطلاحات کو اپنے صوتی آہنگ کے مطابق قبول کرنے اور تراجم کے سلسلے میں تعاون اور اشتراک کے طریقۂ کار کو ملحوظ رکھنے پر زور دیا۔ نیز ادب خصوصاً شاعری کے ترجمے کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے مغربی شاعری کے اعلیٰ نمونوں کے ایسے ترجمے کی ضرورت ظاہر کی جسے تخلیق کہا جاسکے۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ اور ڈاکٹر ثریا حسین نے بھی مقالے پڑھے۔ اس کے بعد موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر ثریا حسین اس اجلاس کی سکریٹری تھیں۔

اسی دن تیسرا اجلاس ہوا جس کا موضوع ۱۹۴۷ء کے بعد اردو ادب میں نئے تجربے اور ان کی خصوصیت تھا۔ پروفیسر احتشام حسین نے صدارت کی

ڈاکٹر شکیل الرحمٰن ریڈر کشمیر یونیورسٹی سکریٹری تھے۔ پروفیسر احتشام حسین نے ان تجربات کا خیر مقدم کیا۔ جن کی معنویت مسلم ہے، مگر جدیدیت برائے جدیدیت کی مذمت کی اور ابلاغ اور تاثر پر زور دیا کیونکہ اس کے بغیر تجربے کی ادبی قدر وقیمت معلوم۔ ڈاکٹر شکیل الرحمٰن نے نئے شاعر کی تنہائی۔ اس کی اپنی ذات کو بچانے کی کوشش، موت کے مسئلے سے اس کی دلچسپی کا ذکر کیا اور نئی شاعری کی اہمیت اور معنویت پر زور دیا۔ شہاب جعفری نے ایک مضمون کے کچھ اقتباسات سنائے جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ نئے شاعروں میں اجتماعی انفرادیت کی طرف میلان ملتا ہے افسوس ہے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے اس اہم موضوع پر خاطر خواہ بحث نہ ہو سکی۔ ہاں ایک مندوب نے خامی انتہاپسندی کا ثبوت دیا اور سارے نئے ادب کو قابل نفرت قرار دے دیا۔

شام کو چار بجے کشمیر ریڈیو کی طرف سے کشمیری گانوں کا ایک بہت اچھا مظاہرہ ہوا۔ کشمیری گانوں اور سازوں کا تعارف جناب تیغ ملند نے بڑی خوبی سے کیا۔ چھ بجے مرزا محمود بیگ پرو وائس چانسلر کی طرف سے چائے تھی۔

۲۵ رجون کی صبح کو چوتھا اجلاس غیر زبانوں کے علاقوں میں اور غیر زبان والوں کو اردو کی تعلیم کے متعلق تھا۔ اس کی صدارت پروفیسر اختر اورینوی صدر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی نے کی۔ سکریٹری ڈاکٹر اکبر حیدری صدر شعبۂ اردو امر سنگھ کالج تھے۔ اس میں علاوہ تدریس کے طریقوں کے رسم خط میں مناسب اصلاح پر بھی زور دیا گیا۔ پانچویں اجلاس میں تحقیق کے مسائل خصوصاً کلاسیکی متن کی تعلیم کی ضروریات پر غور کیا گیا۔ ڈاکٹر گیان چند نے صدارت کی۔ ڈاکٹر حکم چند نیر سکریٹری تھے۔ خطبۂ صدارت کے علاوہ ڈاکٹر محمد حسن اور جناب قیصر زیدی نے قابل قدر مقالات پڑھے۔

سہ پہر میں مندوبین نے باغات کی سیر کی۔ شام کو چھ بجے وائس چانسلر کی طرف سے چائے تھی۔ اس کے بعد مندوبین کا جلسہ ہوا۔ جس میں کانفرنس کے طریقۂ کار کو بہتر بنانے، دستور میں مناسب ترمیمات کرنے اور اساتذہ اور طلبہ اور ان کی ضروریات کے متعلق، تمام ضروری اعداد وشمار مہیا کرنے کے متعلق تجاویز پاس ہوئیں۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ کانفرنس کا اگلا اجلاس علی گڑھ یا حیدرآباد میں ہو۔ معیاری نصاب بنانے کے لیے جو کمیٹی گذشتہ سال بنائی گئی تھی اسے ہدایت کی گئی کہ جلد وہ اپنا کام مکمل کرے۔

رات میں ٹورسٹ سنٹر میں ایک مشاعرہ ہوا جس میں مندوبین شعراء نے اپنا کلام سنایا۔

بہرحال اس کانفرنس سے ہماری نو عمر ایسوسی ایشن کا ایک قدم آگے بڑھا۔ جموں و کشمیر یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد اور خصوصاً پروفیسر عبدالقادر سروری اور ان کے رفقا لائق مبارکباد ہیں کہ ان کی ان تھک کوششوں کی وجہ سے سری نگر میں یہ کانفرنس کامیابی سے ہو سکی۔ ہمیں امید ہے کہ ایسوسی ایشن جلد سے جلد سارے ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں کے اردو کے اساتذہ کو اپنے حلقے میں سمیٹ لے گی اور درس و تدریس کے بارے سائل کے سلسلے میں ان کی قرار واقعی رہنمائی کر سکے گی۔

عوامی شاعر نظیر اکبرآبادی کی یادگار

آگرہ۔ معلوم ہوا ہے کہ آگرہ کی کارپوریشن کی طرف سے عنقریب عوامی شاعر نظیر اکبرآبادی کے مقبرے کے پاس ان کی یاد میں ایک پارک قائم کیا جائے گا۔ اس وقت ایک کمیٹی نظیر میموریل کمیٹی کے نام سے کام کر رہی ہے اور نظیر اکبرآبادی کے ہندو مسلم اتحاد کے پیغام کی نشر و اشاعت کر رہی ہے۔ اس کمیٹی کی طرف سے ہر سال بسنت کی تقریب پر نظیر کے عرس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ (سیاست)

برطانیہ میں ٹیکسوں کے فارم اردو میں

برمنگھم۔ ٹیکسوں سے معافی کی اسکیم کے ماتحت ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے لیے اعتراف نامہ کے جو فارم چھاپے جا رہے ہیں وہ اردو، ہندی اور برصغیر کی دوسری زبانوں میں ہیں۔ (ہندار)

برطانیہ کے اخبار میں اردو مضمون کی اشاعت

لندن۔ مانچسٹر سے شام کو شایع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت برطانوی اخبار نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے لیے تجرباتی طور پر اردو میں ایک مضمون شایع کیا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ مانچسٹر کے شام کے روزنامہ ٹیلیگراف نے ایسا مضمون شایع کیا ہے۔ اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو اخبار مستقل طور پر ایسے مضامین شایع کرے گا۔ یہ مضمون جناب ایم۔ ایم حسین کی اس اپیل کے بعد شایع کیا گیا جو انھوں نے اپنی زبان کے لیے اخبار میں جگہ مخصوص کرنے کے لیے اخبار کے نمائندہ کو ایک انٹرویو کے دوران کی تھی۔ اخبار نے ان کی اپیل سے اتفاق کرتے ہوئے پہلے انھیں یہ مضمون لکھنے کی دعوت دی تھی۔ یہ مضمون برطانیہ میں رہنے والے لوگوں کی طرز زندگی اور طرز عمل کے بارے میں ہے۔

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو سے ایک ماہنامہ کا اجراء

پٹنہ۔ ادبی حلقوں میں اس خبر کا خیر مقدم کیا جائے گا کہ حلقہ ادب بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کا ماہوار ترجمان "مریخ" کا پہلا شمارہ ستمبر ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آجائے گا۔ اس ماہوار رسالہ میں نظم، غزل، افسانہ، تنقید اور تحقیق کے علاوہ کبھی دوسرے علوم وفنون پر دلچسپ اور معلوماتی مضامین بھی شایع ہوا کریں گے اس کا سالانہ چندہ دس روپیہ اور ایک شمارہ کی قیمت ایک روپیہ ہوگی، مزید تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل پتے پر خط وکتابت کیجئے۔

(شمیم احمد صدیقی، فخرالدین ہاؤس، لنگر ٹولی، پٹنہ ۴)

شریف الحسن لاہرپوری

رسالہ دلگداز

مولانا محمد عبدالحلیم شرر نے ۱۸۸۷ء میں ماہوار رسالہ دلگداز لکھنؤ سے جاری کیا۔ یہ ادبی اور تاریخی رسالہ تھا اس میں زیادہ تر تاریخی خیالی اور شاعرانہ و عاشقانہ مضامین چھپتے تھے۔ شرر نے اس رسالے کے ذریعہ اردو زبان و ادب کی ترقی و اصلاح کی طرف توجہ دی۔ حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کی اشاعت سے چار سال پہلے ۱۸۸۹ء میں ہمارا لٹریچر کے عنوان سے اردو انگریزی شاعری کا مقابلہ کرتے ہوئے اردو شاعری کی قید و بند کو شدت سے محسوس کیا۔ اور انگریزی شاعری کی آزاد روی کی تعریف کی ہے۔ لندن کے دوران قیام میں انگریزی زبان و ادب کے مطالعہ کا اور زیادہ موقعہ ملا لہٰذا واپسی پر "بلینک ورس" کو اردو میں رائج کرنے کی کوشش کی شرر نے نظم غیر مقفی کے عنوان سے کئی منظوم ڈرامے خود لکھے اور دلگداز میں شایع کئے نظم طباطبائی کی گور غریباں، دلگداز میں تعارفی نوٹ سے شایع کیا اردو کی پابند نظم میں ایک نیا انداز گور غریباں سے شروع ہوتا ہے۔ اردو نظم میں جدید اسلوب، جدیدیت کو رائج کرنے کی تحریک اسی رسالے کے ذریعہ سے چلائی۔ تاریخ پر شرر نے ایک نئے انداز سے قلم اٹھایا ان کے علمی و ادبی شعور نے ادب کو تاریخی ناولوں سے سرفراز کیا۔ دلگداز کے ذریعہ شرر نے عوام کو ناول سے روشناس کرایا۔

دلگداز سے پہلے جو ماہنامہ رسائل تھے ان میں زیادہ تر غزلوں کے گلدستہ تھے کمتر رسائل انگریزی سے ترجمہ شدہ اور طبع زاد مضامین شایع کرتے تھے۔ دلگداز اردو میں پہلا ادبی رسالہ ہے جس نے دیگر ادبی رسائل کے لیے میدان ہموار کیا ادبی رسائل میں یہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

دلگداز ایک جز یعنی سولہ صفحات کی ضخامت سے ۱۸۸۷ء میں جاری ہوا اس وقت اس میں خیالی و شاعرانہ مضامین لکھے گئے بالکل نئے طرز کے مضامین تھے لہٰذا اعتراضات ہوئے سب سے بڑا اعتراض یہ تھا جس اسلوب سے یہ مضامین لکھے جاتے ہیں اس زمین میں ملکی یا اخلاقی یا کسی علمی مسئلے پر دو سطریں بھی نہیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں اس کے صفحات بڑھا دیئے گئے اب یہ ۳۲ صفحات کا ہو گیا سولہ صفحے پر مضامین اور سولہ صفحوں میں ایک تاریخی ناول "ملک العزیز ورجینا" قسط وار شایع ہوا۔ ناول بہت پسند کیا گیا ناول کے ساتھ رسالہ کی بھی شہرت ہوئی مگر بے ترتیبی اور بے انتظامی کی بدولت ستمبر ۱۸۹۰ء میں سلسلہ اشاعت رک گیا دسمبر کے ماہ میں اکتوبر، نومبر، دسمبر کے رسالے شایع ہوئے دسمبر ۱۸۹۰ء کے پرچہ میں لکھا ہے "دلگداز اخبار نہیں ہے کہ اس کے نہ پہنچنے سے خبروں کا سلسلہ موقوف ہو جائے یا دیر میں شایع ہونے سے خبریں پرانی ہو جائیں وہ ایسے مضامین اور ایسے خیالات پیش کرتا ہے جو ہر وقت نئے اور ہر حالت میں اپنا لطف دکھا سکتے ہیں۔"

۱۸۹۱ء میں مولانا کو حیدرآباد آنا پڑا لہٰذا اشاعت رک گئی ۱۸۹۳ء میں سلسلہ شروع ہوا مگر پورا سال گزرنے نہیں پایا تھا کہ مولانا شرر نواب وقار الامرا بہادر کے صاحبزادے نواب ولی الدین خاں بہادر کے اتالیق مقرر ہو کے انگلستان چلے گئے۔ واپسی پر رسالہ حیدرآباد سے شایع کیا اس وقت اس میں سکینہ بنت حسین کی سوانح عمری شایع ہوئی عوام میں اس کے خلاف شورش ہوئی مجبوراً نومبر ۱۸۹۸ء میں رسالہ بند کر دیا۔ شرر ۱۹۰۰ء میں جب لکھنؤ آئے تو رسالہ کی اشاعت شروع ہوئی سب سے پہلے آپ نے دسمبر ۱۸۹۸ء کا پرچہ شایع کیا اس میں سکینہ بنت حسین کی سوانح عمری کا بقیہ حصہ شایع ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں پانچ رسالہ نکال کر آپ حیدرآباد چلے گئے وہاں دسمبر ۱۹۰۳ء تک رہے۔ ۱۹۰۴ء میں پھر سلسلے کی اشاعت شروع ہوئی مگر پہلے ۱۹۰۱ء کی نامکمل جلدوں کو مکمل کیا۔ ۱۹۰۴ء میں رسالہ کی ضخامت بڑھا دی گئی۔ ایک جز ناول ایک جز مضامین ایک جز تاریخ صلیبی اس طرح سے رسالہ تین جز کا ہو گیا اور رسالانہ چندہ تین روپے ہو گیا مگر جو لوگ صرف دو جز یعنی ناول اور مضامین لیتے تھے ان کے لیے دو روپے سالانہ تھا۔ اگست ۱۹۰۵ء میں تاریخ صلیبی ختم ہو گئی اس کے بعد تاریخ سندھ شایع ہونا شروع ہوئی۔ تاریخ سندھ پر مولانا کو حکومت نظام نے پانچ ہزار روپے کا انعام دیا تھا۔

۱۹۰۶ء میں مضامین، ناول، تاریخ کے علاوہ ایک سوانح عمری کے شایع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا اور پورے رسالہ کا حجم ساڑھے تین جز یعنی ۵۶ صفحوں کا ہو گیا۔ جون ۱۹۰۷ء میں مولانا حیدرآباد چلے گئے لہٰذا اشاعت رک گئی جولائی ۱۹۰۸ء سے پھر جاری ہوا جو جلدیں ۱۹۰۷ء میں نامکمل رہ گئی تھیں پہلے ان کو مکمل کیا گیا جنوری ۱۹۰۹ء سے دلگداز کی تقطیع بجائے ۱۸×۲۲ کے ۲۰×۲۶ کر دی گئی اور پہلے سے بڑے حرفوں میں چھپنے لگا تاریخ اور لائف کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ان کے صفحات مضامین میں شامل کر دئے گئے اس طرح سے ۴۸ صفحات پر مضامین ۸ صفحات پر ہندوستان کے واقعات و حالات پر دلچسپ ریمارک اور ۲۶ صفحات تاریخی ناول ہوتے۔ درمیان میں رسالے کی اشاعت پھر رک گئی جنوری ۱۹۱۰ء کا جو رسالہ شایع ہوا وہ صرف ایک جز یعنی سولہ صفحات کا تھا اس میں صرف ادبی اور تاریخی مضامین تھے قیمت حسب سابق صرف ایک روپیہ تھی۔ ۱۹۱۱ء میں پھر اشاعت میں تاخیر ہوئی مگر سال کی مکمل جلد شایع ہوئیں اسی سال حسن کا کرشمہ زبان کے عنوان سے مشہور خواتین کے حالات پیش کئے جانے لگے۔ ۱۹۱۲ء میں بھی رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہوئی اس کی وجہ یہ تھی شرر مولانا محمد علی مرحوم کے اخبار ہمدرد میں چیف ایڈیٹر ہو کر دلی گئے تھے مگر بروقت کاپی آنے میں دیر ہوئی ادھر بھی کام متاثر ہوا اور ادھر دلگداز کا کام بگڑ رہا تھا لہٰذا مولانا ۱۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو لکھنؤ واپس گئے جنوری ۱۹۱۳ء میں دلگداز جولائی ۱۹۱۲ء تا دسمبر ۱۹۱۲ء کے سارے نمبر ایک ہی شکل میں شایع ہوئے۔ اس کے بعد مولانا ملازمت کے سلسلے میں باہر نہیں گئے لکھنؤ میں رہ کر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور دلگداز برابر نکلتا رہا۔

ہما میر بخشی

آئینۂ حقیقت

ہماری زبان کی اشاعت[1] بابت ۲۲ر جنوری ۱۹۶۷ء میں ایک بار پھر حکم چند نیر (بنارس ہندو یونیورسٹی) کا ایک مضمون حقیقت آئینہ شایع ہوا ہے۔ یہ مضمون میرے مضمون آئینۂ حقیقت مطبوعہ اردو ادب[2] شمارہ اوّل کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ نیر کے اپنے ہی مضمون سرور جہان آبادی اور شاکر میر بخشی (مطبوعہ اردو ادب ۱۹۶۵ء[3]) کی تائید میں لکھا گیا ہے۔

آئینۂ حقیقت میں میں نے کسی قدر اختصار سے کام لیتے ہوئے ان حقائق کو آئینہ دکھا دیا ہے جن پر نیر صاحب مسلسل پردہ پوشی فرما رہے ہیں۔ کیونکہ شاکر و سرور مرحوم کے لیے ان کی یہ تحقیق بطور سند کام میں لائی جائے گی۔

نیر صاحب اپنے اقتباسات پر کافی نازاں ہیں۔ اور اپنی ہر تحریر میں: نظمیں کو دہراتے رہتے ہیں۔ میں پہلے بھی نیر صاحب کے حسن استدلال کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ ان کے بعض دلائل خود ان کے اپنے ہی دعووں کو رد و باطل کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ان اقتباسات کو دہرانے کے بعد نیر صاحب یہ بھی تحریر فرما گئے ہیں۔ "ان پہلے تینوں اقتباسات میں شاکر صاحب کا نام مذکور نہیں تھا۔"[4] یہی بات اور بالکل یہی بات میں نے بھی کہی تھی۔

خیر اب آگے چلئے۔ جناب جگر بریلوی کے اقتباس کے علاوہ نیر صاحب کوئی اور ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکے ہیں کہ جس کی بنا پر حضرت شاکر میر بخشی مرحوم پر یہ الزام عاید ہو سکے کہ انھوں نے مرحوم سرور کے کلام کو خود اپنے ہی نام سے شایع کرا دیا تھا۔ ہاں البتہ اگر نیر صاحب کی تحقیق کو شرف سند بخش دیا جائے تو پھر غریب شاکر میر بخشی ضرور ملزم گردانے جا سکتے ہیں۔

نیر صاحب سرور مرحوم کی حمایت میں جوش سے کام لے رہے ہیں یہاں تک کہ وہ سرور صاحب کے نام سے محروم کے کلام کو بھی پیش کر چکے ہیں۔ جناب جگن ناتھ آزاد بھی ہماری زبان[5] ۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۵ء میں اس کی دہائی دے چکے ہیں۔ "موت کی گھڑی کے عنوان سے جو اشعار (نیر صاحب نے) نقل کیے ہیں اور جو انھوں نے سرور صاحب کے نام سے منسوب کیے ہیں وہ سرور کے نہیں ہیں بلکہ میرے والد محروم صاحب کے ہیں۔۔۔"

جناب نادم سیتاپوری نے ہماری زبان کی اشاعت بابت ۲۲ر جون ۱۹۶۴ء میں شاکر میر بخشی سرور جہان آبادی اور منشی دیا نرائن نگم پر ایک مدلل مضمون لکھا تھا۔ اس میں انھوں نے تحریر فرمایا ہے (ص ۱۲) "شاکر صاحب نے صرف اپنے معاصرین کو دعوت فکر ہی نہیں دی بلکہ اس اہم کام کی طرف پیش قدمی بھی کی اور مہاکوی کی رتو سنگھار کی چند نظموں کو اردو نظم کا جامہ پہنایا۔ ابتدا ماہنامہ زمانہ کانپور کے مندرجۂ ذیل شماروں میں شایع ہوئیں۔ اور یہ واقعہ سرور جہان آبادی کی زندگی کا ہے۔"

اس کے علاوہ جن شماروں میں حضرت شاکر مرحوم کی نظمیں شایع ہوئیں ان شماروں میں جناب سرور کی نظمیں بھی شریک اشاعت تھیں یعنی حسرت دیدار اور مار آستین۔ لیکن بقول جناب نادم صاحب سیتاپوری سرور مرحوم یا ان کے دوسرے احباب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ نظمیں دراصل سرور مرحوم کا نتیجہ فکر ہیں اور یہ بے بنیاد و باطل دعویٰ کیا بھی کیسے جا سکتا تھا۔

جناب نادم سیتاپوری لکھتے ہیں کہ منشی دیا نرائن نگم نے مرحوم منشی پریم چند کے مقدمہ (مشمولہ اکسیر سخن) کو مسخ کر کے ماہنامہ زمانہ میں نقل کیا اور وہ بھی اس طرح پر کہ مقدمہ کی عبارت حذف کر کے اپنی طرف سے مندرجۂ ذیل سطور کا اضافہ کر دیا۔ "رتو سنگھار کا ترجمہ مسٹر شاکر (میر بخشی) کی مدد سے حضرت سرور مرحوم نے کیا۔۔۔"

منشی دیا نرائن نگم نے اپنے فٹ نوٹ میں یہ اعتراف بھی کیا ہے "منشی پریم چند نے اس مضمون (مقدمہ اکسیر سخن) میں رتو سنگھار کے مترجم کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں ہم نے محض اپنی ذمہ داری پر ترمیم کر دی۔۔۔"

نیز دو آتشہ (مطبوعہ انا الحق بابت دسمبر ۱۹۱۳ء جلد ۱ شمارہ ۱۲ ص ۵۷، ۶۶ میں بھی یہ استدلال کیا گیا تھا۔ "اپنی زندگی میں کبھی انھوں نے (سرور مرحوم نے) یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ نظمیں میری ہیں نہ ایڈیٹر صاحب زمانہ (منشی دیا نرائن نگم) سے شکایت کی کہ آپ کے رسالے میں میری نظمیں دوسروں کے نام سے شایع ہو رہی ہیں درآں حالیکہ دونوں (سرور و نگم) کے بے حد مخلصانہ مراسم تھے۔ (جس کے اظہار کے لیے منشی دیا نرائن نگم نے باوجود جام سرور کے انڈین پریس الہ آباد سے شایع ہو جانے کے سرور ان کا مجموعۂ سخن خمخانۂ سرور کے نام سے خود چھاپا اور اس میں اپنے تعلقات و خصوصیات کا جلی حروف میں اعلان کیا ہے) اس وقت بھی مسٹر نگم نے ان نظموں کو زمانہ سے نقل کر کے کلام سرور میں داخل نہیں فرمایا نہ خمخانۂ سرور کے دیباچہ میں کوئی اشارہ ایسا کیا کہ کبھی سرور نے اپنی نظمیں کسی دوسرے شخص کو دی ہوں۔ با ایں ہمہ اس قدر وضاحت کے بعد جگہ تائید کے

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

---

1. ہماری زبان ۲۲ر جنوری ۱۹۶۷ء ص ۳۔۴۔۶
2. اردو ادب شمارہ (۱) ص ۱۰۔
3. اردو ادب شمارہ (۱) ۱۹۶۵ء ص ۵۳۔
4. ہماری زبان ۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۵ء ایک غلطی کا ازالہ ص ۹۔

- ہماری زبان ۲۲ر جون ۱۹۶۴ء شاکر میر بخشی سرور جہان آبادی اور منشی دیا نرائن نگم
- ماہنامہ زمانہ کانپور
- انا الحق دسمبر ۱۹۱۳ء ص ۵۷ تا ۶۶

لمحہ

ہوش نعمانی رامپوری

میں کہکشاں بن جاؤں
موتیوں کی اک مالا
خود بخود بکھر جاؤں
غم بھری فضاؤں میں
اور پھر برس جاؤں
مفلسوں کی بستی پہ
زندگی کو سونپ آؤں
زندگی کی دولت کو

انجام

عالم خلیل

گھنے سیاہ جنگل میں
خوف
قدموں کی ڈگمگاہٹ بن گیا تھا
اندھی لالٹین کی روشنی
ناکافی تھی
کندھے پر
بندوق کا بوجھ
درد کی سر دلہر بن کر
بدن میں دوڑ رہا تھا
سر میں
سنگ ریزے سے الاؤ
ناگہاں، چوٹ کر، ٹھوکر لگی
اور زمیں
آسماں بن گئی

بن باس

رحمٰن جامی

میں ہوں اک آوارہ راہی
جنگل جنگل گھوم رہا ہوں!
میں بھی ہوں معتوبِ محبت
ٹھکرایا ہے مجھ کو جہاں نے
مجھ پر بھی در بند ہوئے ہیں
مجھ کو بھی بن باس ملا ہے
جنگل جنگل گھوم رہا ہوں
سیتا میرے ساتھ نہیں ہے
میں تنہا ہوں، میں تنہا ہوں
تنہا سارے دکھ سہتا ہوں

غزلیں

سعادت نظیر

نہ ہو اعجاز کیوں حسنِ بیاں میں
تمہیں تم ہو ہماری داستاں میں

خموشی بن گئی تفسیرِ راز
عجب تاثیر ہے ضبطِ فغاں میں

نہ پہنچی فکرِ انساں جہاں تک
وہ عالم بھی نہاں ہیں آسماں میں

خبر اس کی نہیں ہے راہبر کو
کہیں کچھ راہزن بھی کارواں میں

اجیرن ہو گئی عمرِ دو روزہ
تمنائے حیاتِ جاوداں میں

منور کر دے پھر آئے خندۂ گل
کہ ظلمت ہے فضائے گلستاں میں

سنے اپنا فسانہ بھی وہ مجھ سے
اثر اتنا تو ہو میرے بیاں میں

جو تم چاہو تبسم سے بدل دو
ابھی ہے اتنی گنجائش فغاں میں

سناؤ آپ بیتی اے سعادت
دھرا کیا ہے حدیثِ دیگراں میں

عبدالرحیم نشتر

دشت میں پھول کھلا لیں ہم تم
اپنا گھر بار سجا لیں ہم تم

کیوں نہ ہر درد سے رشتہ جوڑیں
کیوں نہ ہر دل کی دعا لیں ہم تم

عمر بھر دھوپ میں جلتے جو رہے
ان کو چھاؤں میں بٹھا لیں ہم تم

اپنی آواز ہو سب کی آواز
سب کے دکھ سکھ کا پتہ لیں ہم تم

جس کو سینے میں چھپایا برسوں
اب وہ خورشید نکالیں ہم تم

قوی ٹونکی

نہ آسکا کاروانِ دل جب کششِ رہگذر کی زد میں
تو راہبر نے اڑائی گرد فریب میری نظر کی زد میں
پناہ اس کو نہ مل سکی پھر وہ آخرش غرق ہو گیا ہے
سفینۂ رنج و غم جو آیا تلاطمِ چشمِ تر کی زد میں
نہ چھوڑنا اے باغباں نشیمن عزیز ہو زندگی جو تجھ کو
مرا نشیمن رہا ہے برسوں فروغِ برقِ شرر کی زد میں
گلوں سے اٹھ تو جاتے جلتے تغافلوں کو بھلا دیا افسوں
جو قطرے شبنم کے آ گئے تھے شعاعِ مہرِ سحر کی زد میں

غیور جعفری

وہ بار ہے گراں کہ تھک گیا ہوں
زمیں سے آسماں تک آ گیا ہوں

کچھ اور آگے بڑھوں تو گر نہ جاؤں
کہاں تھا میں کہاں تک آ گیا ہوں

تمہارا قرب کب تک راس آتا
یقیں سے اب گماں تک آ گیا ہوں

اٹھائے سر کو وہ بے ستوں کو
تمہارے آستاں تک آ گیا ہوں

بہت خوش ہوں پرائے گھر سے اٹھ کر
غیور اپنے مکاں تک آ گیا ہوں

صفحہ ۶ سے آگے

بہتر ین احباب نازاں ہوگئے شاکر صاحب کی نظموں پر نظر ہیر ودد کا الزام لگایا جاتا ہے۔ مسٹر نظم اعتراف کرتے ہیں کہ تین نظمیں ان کو شاکر صاحب سے ملی ہیں۔ انھیں کا نام نظموں کے آخر میں ثبت تھا، انھیں کے نام سے یہ نظمیں زمانہ میں شامل کی گئیں۔۔۔۔"

جناب نادم صاحب سیتاپوری نے ۱۱ر اگست ۱۹۶۶ء[1] کو مجھے لکھا "آئینۂ حقیقت دیکھ کر مسرت ہوئی کہ آپ نے شاکر میرٹھی کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا بہت کچھ دفعیہ کر دیا۔ ڈاکٹر نیر صاحب نے سب سے پہلے اس سلسلے میں مجھے لکھا تھا لیکن میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکا اور ہماری زبان میں اس کے بارے میں جو کچھ لکھا بھی وہ ان کے مفید مطلب نہ تھا۔۔۔۔"

نیر صاحب حیرت زدہ ہیں کہ شاکر مرحوم کی نظموں کا مسودہ دیوار گیر کلنڈر کے ورقوں پر کیسے تصنیف ہو گیا۔ یہاں اس بات کو بتا دینا ضروری ہے کہ شاکر مرحوم کی یہ معذوری تھی کہ ان کو دیوار گیر کلنڈر کے ورقوں کو عام کاغذ کی جگہ استعمال کرنا پڑا۔ ان کے خطوط جو احباب کو لکھے گئے ہیں وہ بھی کبھی کبھی کلنڈر کے ورقوں کی الٹی طرف لکھے گئے ہیں۔ اس کی وجہ بھی ان کی معذوری تھی۔ کچھ اخلاقی اور مذہبی نوعیت کا کلام جو انھوں نے اپنے ایک شناسا کی سکڑ و فرمائش پر اس غرض سے بھیج دیا تھا کہ وہ اسے کسی پرچے میں شایع کرا دیں وہ بھی کلنڈر کے ورقوں کی الٹی طرف مرقوم تھا۔ آئینہ حقیقت (اردو ادب) میں ص ۹۲ پر جو خط ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو پیش کیا گیا اس میں بھی اس طرف ہلکا سا اشارہ موجود ہے۔ "میں نے اپنی تمام عمر میں کبھی فینسی کاغذ خط و کتابت میں استعمال نہیں کیا۔۔۔"[2]

جس ادیب و شاعر کی یہ معذوری رہی ہو کہ ڈاک کے ٹکٹ تک کے لیے اس کی گرہ میں دام و درم نہ ہو اور جو بقول نیر صاحب دو پیسے کی ٹکٹ چرانے پر مجبور ہو۔ وہ اگر کلنڈر کے ورقوں کی الٹی طرف کسی نظم کا خاکہ یا اشعار لکھ لیتا ہو تو اس میں بالائے فہم تو کوئی بات نہیں ہے۔

ماہنامہ زندگی دہلی کے شاکر نمبر ۱۹۵۰ء میں (ص ۵پر) تحریر ہے۔۔۔ "حضرت شاکر کے استادِ محترم مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی نے اردو ادب کے دامن کو اپنی گرانبہا تصانیف سے مملو و معمور کیا اور شاکر صاحب نے تو آخری دم تک تالیف و تصنیف اور ترجمہ کے شغل کو جاری رکھا۔۔۔" اس کے معنی ہوئے کہ جناب شاکر میرٹھی نے علاوہ حضرت ابو الخیال نادر شاہجہاں پوری (جن کی وراثت میں میر تقی میر کی جانشینی بھی آئی ہے) اور حضرت شوکت میرٹھی کے جناب شوق قدوائی لکھنوی کے آگے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ یہ اس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ حضرت شاکر میرٹھی فی الواقعی شاعر تھے اگر وہ شاعر نہ ہوتے تو ان ہر سہ اساتذہ کی طرف کیوں رجوع ہوتے۔

جناب رسا لکھنوی مرحوم نے اسی رسالے میں (ص ۳۳ پر) "قطعۂ تاریخ وفات ادیب العصر جناب پیارے لال شاکر میرٹھی" کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔۔۔۔ "آپ نے (شاکر صاحب نے) مشتاق مرحوم کے مشاعرہ یادگار یوم مشتاق میں شرکت فرمائی۔ بڑے قابل ادیب تھے۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ ان کا کلام بڑے کام کی چیز ہے۔"

اس کے بعد قطعہ میں جو اشعار ہیں ان میں بھی شاکر صاحب کی شاعری کو سراہا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

شاکر خوشگو کے مرنے کے سبب — ہوگئی ویران سخن کی سرزمیں
چل بسا باغِ سخن کا باغباں — کیوں نہ غل کھائے ادب کی سرزمیں
کیوں نہ ہو اس کا سخن بدرِ منیر — شاعری کا تھا وہ خورشید مبیں
شاعری میں نام شاکر کر گیا — اس کی باتیں تھیں سراسر انگبیں
کھل رہا ہے اس کا گلزارِ سخن — ہے گلستاں اس کے شعروں کی زمیں

جناب قمر دہلوی بھی شاکر صاحب کی شاعری کو خراج دے چکے ہیں۔

چراغ علم شعر کا درخشندہ اک تارا تھا وہ
دے رہا تھا جو جہاں کو علمیت کی روشنی

شاکر نمبر ہی میں (ص ۔۹پر) یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔۔۔ "حضرت شاکر کے کلام میں اگر لکھنؤ اسکول کی نزاکت و نفاست بیان ہے تو دہلی اسکول کا ندرت تخیل و علوئے فکر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آپ کے کلام کا وہ حصہ جسے ہم اردو کا معیاری ادب کہہ سکتے ہیں اردو کی موجودہ بحرانی اور کس مپرسی کی حالت اور اس کی خانہ بدوشی اور اسے مبتلائے سکرات دیکھتے ہوئے ہم شاکر میرٹھی کے اس بیش بہا ادبی گنجینہ کو یقین اور اعتماد کے ساتھ اردو کے ادب کا حرف آخر کہہ سکتے ہیں اور کم از کم متقدمین اور موجودہ شعراء و ادباء (جن کی تعداد انگلیوں پر شمار کر سکتے ہیں) کی اردو خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم حضرت شاکر کو اردو کے ادب کا امام آخر الزماں اگر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔۔۔"[1]

اسی جریدے میں علامہ کیفی چریا کوٹی کے اشعار بھی موجود ہیں۔

انداز و معنی کا ہے پیمانہ بھی — دریا بھی ہیں یہ صدف بھی دُر یکتا بھی
شاکر کے کمال نے دکھایا کیفی — بے ہوش بھی ہیں ساقی و میخانہ بھی

اسی شمارے میں حضرت شاہجہاں پوری کے اشعار بھی موجود ہیں۔

شاکر تری اعجاز بیانی توبہ — مدہوش سا نغمہ ہے طبیعت تری

(باقی آئندہ)

---

[1] زندگی دہلی شاکر نمبر ۱۹۵۰ء ص ۵

[1] جناب نادم سیتاپوری کا خط محررہ ۱۱ر اگست ۱۹۶۶ء

[2] آئینۂ حقیقت اردو ادب ص ۹۲

مراسلات

صورت الخیال کا مصنف

ہماری زبان مورخہ یکم مئی ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو کا تبصرہ جناب پروفیسر شاہ مقبول احمد صاحب کی کتاب "چند ادبی مسائل" پر نظر نواز ہوا۔ علامہ موصوف نے پروفیسر صاحب موصوف کے مضمون "بہار کے چند ٹھیٹھ دیہاتی محاورے" اور جناب پروفیسر یوسف نجمی صاحب باغی کے تالیف کردہ لغت فرہنگ بہار کا بھی ذکر کیا ہے ان دونوں کے متعلق جناب تقی احمد نیر اوگانوی بی۔ ایس۔ سی کا مضمون "ہماری زبان" مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۶۵ء میں شایع ہو چکا ہے اور یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جناب یوسف نجمی صاحب کی کتاب میں خالص بہاری الفاظ، محاورات اور امثال ہیں الفاظ کا لسانیاتی جائزہ بھی ہے اور یہ بھی درج ہے کہ یہ الفاظ و محاورات بہار کے کس خطے میں رائج ہیں اور پروفیسر شاہ مقبول احمد صاحب کے منتخب محاورات میں اکثر و بیشتر وہ ہیں جو ہندوستان کے اکثر علاقوں میں بکثرت رائج ہیں۔

اب "صورت الخیال" کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ شاد کی تصنیف نہیں ہے۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ سجاد عظیم آبادی کی تصنیف ہے۔ عظیم آباد کے اہل علم جانتے ہیں کہ وہ مولوی محمد اعظم صاحب کی تصنیف ہے۔ زندہ حضرات میں جناب قاضی عبد الودود صاحب کی بھی یہی تحقیق ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے لکھا ہے[1] کہ جب وہ پہلی بار پٹنہ تشریف لائے تو ان کے چچا مولانا سید ابو یوسف صاحب نے انھیں مولوی محمد اعظم صاحب سے یہ کہہ کر ملایا تھا کہ "صورت الخیال" کے اصل مصنف یہی ہیں۔

کتاب مذکور کی داخلی شہادتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ناول کے ہیرو کرم حسن کی زمینداری جن جن مواضعات میں تھی ان کے نام دئے ہیں۔ ان میں بعض وہ ہیں جو مولوی محمد اعظم صاحب مرحوم کی زمینداری میں تھے اور جناب قاضی عبد الودود صاحب کی زمینداری بھی آخر تک وہاں رہی۔ شاد و سجاد زمیندار نہ تھے اس لیے ان گمنام مواضعات سے واقف بھی نہ ہو سکتے تھے۔

حقیقت میں ناول کا پلاٹ بنکم چندر چٹرجی کے ایک ناول سے ماخوذ ہے۔ صورت الخیال میں شہر صاحب گنج کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مصنف کی مراد شہر گیا ہے۔ چونکہ ایک زمانے تک پٹنہ و اطراف میں گیا کو صاحب گنج کہتے تھے۔ مگر کلکتہ سے جو فاصلہ دیکھیے وہ اس صاحب گنج کا ہے جو سنتال پرگنہ کا ایک سب ڈویژن ہے بنکم چٹرجی کے ناول میں اسی صاحب گنج کا ذکر ہے۔ یہاں پر مصنف نے اپنی کوتاہی کا [illegible] (عبد الرحمن شمس)

---

[1] نقوش سلیمانی، بمضمون نوجوانان بہار اور خدمت اردو

لفظ تشہیر

آجکل اکثر اخبارات و رسائل میں مضمون نگار صاحبان لفظ تشہیر (بروزن تفعیل) کے استعمال میں بہت فراخدلی سے کام لے رہے ہیں۔ حالانکہ تشہیر کا ماخذ شہرت ہی ہے لیکن اساتذہ نے ہمیشہ تشہیر کو شہرت کی تعبیر (واجب طور پر) سمجھا کر بری شہرت کے محل پر استعمال کیا ہے کیا آج کل اس بے راہ روی کو اساتذہ کی بھی تائید حاصل ہے؟ براہ کرم آپ اس پرچہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرما کر شکر گزار فرمائیے۔

(خوشتر قریشی۔ مدھیہ پردیش)

نوٹ: تشہیر شہرت دینے کے معنی میں لغوی اعتبار سے درست ہے۔ لیکن اب اس میں ذم کا پہلو نکلتا ہے۔ یعنی اسے رسوائی کے مترادف استعمال کیا جاتا ہے حیدر آباد میں پبلسٹی کے لیے اب بھی تشہیر کا استعمال ہوتا ہے اور اس لیے بعض لوگ اب پبلسٹی کے لیے یا شہرت دینے کے لیے تشہیر کا لفظ استعمال کرنے لگے ہیں مگر دہلی اور لکھنؤ کے ادیب تشہیر کو رسوائی کے مترادف سمجھتے ہیں تشہیر کے بجائے انگریزی کا لفظ پبلسٹی بھی اردو میں استعمال ہونے لگا ہے اور اس لیے ہمارے نزدیک تشہیر رسوائی کے لیے اور پبلسٹی شہرت دینے کے لیے استعمال کرنا چاہیے (ادارہ)

استفسار کے جواب میں

۸ر دسمبر ۱۹۶۶ء کے "ہماری زبان" میں جناب ایم کے ل صاحب نے "چند اصطلاحیں" کے عنوان سے بعض انگریزی لفظوں کا اردو ترجمہ پوچھا تھا جس کے جواب میں میں نے ۲۲ر اپریل ۶۷ء کے "ہماری زبان" میں بعض لفظوں سے متعلق اظہار کیا ہوں اور اب پھر لفظ ABACUS سے متعلق درج ذیل ہے۔

ABACUS — آلۂ شمار

" — آلۂ حساب

مدرسوں میں ایک قسم کا چوکھٹا لگا رہتا ہے جس میں کھڑے یا آڑے چار تار لگے ہوتے ہیں اور ان تاروں پر چھوٹی چھوٹی گولیاں پڑی ہوتی ہیں۔

پہلے تار کی گولیاں "اکائیاں" ظاہر کرتی ہیں
دوسرے " " " "دہائیاں" " "
تیسرے " " " "سیکڑا" " "
چوتھے " " " "ہزار" " "

اور یہ "آلۂ بال فریم" (BALL FRAME) بھی کہلاتا ہے۔

چین میں یہ آلہ "سوان پان" (SUANPAN) اور جاپان میں "سوروبان" (SORABAN) کہلاتا ہے

(نجم الحسن نجم ادیب)

دو مراسلوں کی تردید

(۱)

سردار جعفری کی ایک غزل کے وزن کے متعلق 'ہماری زبان' شمارہ ۱۵ جنوری ۷۷ء میں جناب ذکا صدیقی کا ایک مراسلہ شائع ہوا۔ اس میں میرے مراسلے کے جواب میں فرمایا گیا ہے:

"موصوف نے پریشان خیالی کی حد کر دی ہے۔ انجم صاحب کی بیان کردہ تقطیع کو غلط بتایا ہے۔ اور اپنی طرف سے تقطیع پیش کی ہے اور اس میں عروضیوں کی رسم و راہ سے ناواقفیت کا مظاہرہ کیا ہے۔"

تو پھر ذکا صاحب نے صحیح تقطیع خود کر کے دکھا دی ہوتی! اس صورت میں خود گریز کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

میں نے شعر کی تقطیع کرتے وقت گرتے یا دبتے ہوئے حروف کو بجنسہ لکھا دیا تھا اور ان پر ایک چھوٹا سا نشان (ـ) لگا دیا تھا۔ تاکہ تمام پڑھنے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔

وہ مصرع یہ ہے:

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

پھر بھی اس طریق کار پر اعتراض کیا گیا! آخر کیوں؟ پھر خود ذکا صاحب سردار جعفری کے اس مصرعے کو صحیح وزن میں نہ پڑھ سکے

مصرع:

انساں انساں بہت رٹتا ہے انساں انساں ہے کاکب

ورنہ ہماری زبان کے صفحے خواہ مخواہ سیاہ نہیں کرتے!

پھر میرے ایک بیان کو ذکا صاحب نقل کرتے ہیں: "شفا صاحب کے اس بیان پر صادر (صادر، کذا؟) کیا جاتا ہے۔ یعنی بحر متقارب نے آٹھ بحروں کو جنم دیا!" یہ جنم دینا کتنا مکروہ ہے!

اس بابت عرض کروں کہ میں نے صاد نہیں، صاد لکھا تھا کتابت کی غلطی سے صاد کے بجائے صادر ہو گیا۔ یقین نہ آئے تو دفتر ہماری زبان سے میرے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ منگا کر دیکھا جا سکتا ہے! اور یہ کہ "جنم دینا" ایک ہندی محاورہ ہے۔ اردو میں اس کا چلن بہت عام ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟

پھر اور آگے ذکا صاحب فرماتے ہیں: "محترم انجم صاحب یا حضرت شفا گوالیاری یا جناب دور آفریدی، سب نے عروضی مصطلحات کو مذکر کے عبارت آرائی کی ہے۔ رکن، بحر، وزن، زحاف کا جو مفہوم عروضیوں نے مقرر کیا ہے۔ اس کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔"

مجھے تو حیرت ہے! موصوف نے انجم صاحب اور شفا گوالیاری صاحب کے بیانات کو اپنے مراسلے کے ابتدائی حصے میں سراہنے کی کوشش کی۔ پھر بعد کو مذکورہ بالا الزام سے نواز دیا!

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم!

پھر صدیقی صاحب فرماتے ہیں: "دور آفریدی صاحب کو خمیر کو ناقابل استناد قرار دینے کی جرأت تو نہ ہو سکی، مرحوم یگانہ چنگیزی کو ہدف ملامت بنایا۔ ان کو غالباً یہ نہیں معلوم کہ مرحوم یگانہ چنگیزی جید ماہر عروض تھے۔ انھوں نے اس میدان میں بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔" یگانہ مرحوم نے بالکل بڑے بڑے معرکے سر کیے ہوں گے لیکن ہماری زبان شمارہ یکم جون ۱۹۷۷ء میں جناب رمز آفاقی کے مراسلے کا ایک حصہ ذکا صاحب اور شفا صاحب دونوں کی خوش فہمی کو رد کرتا ہے اور اس سے خود یگانہ کے غلط وزن کرنے پر میرے اعتراض کی مکمل تصدیق ہوتی ہے! جناب رمز آفاقی کے مراسلے کا وہ حصہ یہ ہے۔

"شفا صاحب نے یگانہ چنگیزی کی ایک غزل کے دو شعر (جو پوری غزل بحث کے ساتھ کہیں اور چھپی ہے اور جس کی تقطیع خود یگانہ چنگیزی کو کرنی پڑی ہے) پیش کیے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس غزل پر علامہ سحر عشق آبادی اور یگانہ کے درمیان کافی بحث و استفسار رہا ہے۔ بالآخر یگانہ (عروضی) نے اپنی اس غزل کے بارے میں سحر صاحب کو لکھا کہ غزل کہتے وقت میرے تال سم میں کوئی فرق نہیں آیا! ہاں از روئے عروض میرے پاس اس کا کوئی جواز نہیں۔ یہ بحث ماہنامہ "نذرانہ" دہلی اکتوبر ۱۹۵۷ء میں چھپ چکی ہے۔"

اب کیا فرماتے ہیں ذکا صاحب؟ یا انجم صاحب کے طرفدار یا سردار جعفری کے مداح یا شفا صاحب کے عقیدہ گویا یگانہ چنگیزی کے علم بردار!

(۲)

"انجمن ترقی اردو بمبئی کی جانب سے حضرت روش صدیقی کے اعزاز میں ایک مجلس شعر و ادب منعقد ہوئی اس کے بعد روش صدیقی صاحب نے اپنی ہر نظم و غزل سے پہلے اس کا پس منظر پیش کیا اور اپنی تخلیق سنائی۔ اسی طرح روش صاحب کے ذاتی تجربات اور قومی حالات تو آپ کے سامنے آتے رہے اور شعر و ادب کی فضا کا رنگ نکھرتا رہا۔ یہ دلچسپ صحبت وقت مقررہ پر شروع ہو کر تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔" دسنوی صاحب

مندرجہ بالا مراسلہ میرا تحریر کیا ہوا تھا۔ یہ ہماری زبان کے کسی شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ جناب آفاخش کاشمیری نے اس کے بعض حصوں پر زبان اور بیان کے اعتبار سے ہماری زبان شمارہ ۸ جون ۷۷ء میں کچھ اعتراضات کیے ہیں۔ اعتراض شدہ الفاظ یا فقرے کے نیچے ایک سیدھا خط کھینچ دیا ہے۔ مجھے تو اپنے مراسلے کی عبارت میں کہیں بھی کوئی عیب نظر نہیں آیا۔ اور اس لئے میں کاشمیری صاحب کے اعتراضات نہ سمجھ سکا۔ از راہ کرم کوئی اردو داں بزرگ اس بارے میں اپنی کوئی رائے عنایت کریں تاکہ کاشمیری صاحب کی لاعلمی یا میری کم علمی رفع ہو سکے۔

(دور آفریدی)

بہار میں اُردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے پر غور ہو رہا ہے
وزیر اعلیٰ سنہا کا بیان

پٹنہ۔ وزیر اعلیٰ بہار جناب مہامایا پرشاد سنہا نے بہار اسمبلی میں وقفۂ سوالات میں ایک تحریری جواب میں کہا کہ بہار حکومت اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے سوال پر غور کر رہی ہے۔

(ریاست)

سہ لسانی فارمولے میں اردو بھی شامل ہے

لکھنؤ۔ اترپردیش کے نائب وزیر اعلیٰ رام پرکاش نے قانون ساز کونسل میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ ریاستی حکومت سہ لسانی فارمولے کو تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

انھوں نے بتایا کہ جولائی ۶۳ء سے درجہ ۶ سے لے کر درجہ ۱۰ تک سہ لسانی فارمولے کا نفاذ کر دیا گیا ہے یہ فارمولا اس وقت اس طرح تھا۔

(۱) ہندی (۲) کوئی ایک جدید ہندوستانی زبان جو آئین کی آٹھویں شیڈول میں شامل ہو (۳) کوئی ایک جدید یورپی زبان۔

نائب وزیر اعلیٰ رام پرکاش نے کہا کہ اگر کسی اسکول میں کسی زبان کو پڑھنے کے لیے کم از کم ۵ طلبہ تیار ہوں تو اس زبان کے لیے استاد کا انتظام کیا جائے گا اور اس کے لیے مالی اخراجات خود حکومت برداشت کرے گی۔

چھیدی لال ساتھی (ری پبلکن) نے سوال کیا کہ کیا اس سہ لسانی فارمولے میں اردو بھی شامل ہے نائب وزیر اعلیٰ نے جواب دیا کہ اردو بھی اس فارمولے میں شامل ہے اور اگر کسی اسکول میں اردو کے پانچ طلبہ موجود ہوں تو اردو استاد کا انتظام کیا جائے گا۔

محمد احسن الثر (آزاد) نے اسکولوں اور استادوں کی تعداد پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ اس وقت ریاست میں ۴۸۰ اسکول ہیں جن میں ۲۱۱ اردو کے استاد ہیں۔ ایک ضمنی سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ اکثر دوسرے مضامین پڑھانے والے استاد اردو بھی پڑھاتے ہیں اس لیے اردو اساتذہ کی تعداد کم ہے۔

(قائد)

انجمن ترقی اردو آسنسول کا انتخاب

آسنسول یہاں انجمن ترقی اردو ہند شاخ آسنسول کا انتخاب جناب اقبال اکرامی کی نگرانی میں ہوا جس میں مندرجہ ذیل حضرات مجلس عاملہ میں منتخب ہوئے۔ سید رضی احمد صاحب صدر، ایم غوث صاحب نائب صدر، عابد ضمیر صاحب جنرل سکریٹری، انجم حیدر سلیم نگری صاحب جوائنٹ سکریٹری، منصور انجم صاحب سکریٹری نشر و اشاعت، اقبال امام ہاشمی صاحب سکریٹری ثقافتی امور، قیام الدین انیس صاحب خازن، سید عبدالسلام صاحب محاسب، ادریس صدر صاحب ممبر، عبدالسلام صاحب ممبر، مجیب الرحمٰن کوثر صاحب ممبر، نذیر یوسفی صاحب ممبر، ادیب رضی صاحب ممبر، عبدالفتاح صاحب (برنپور)، ڈاکٹر محمد سلیم صاحب (برنپور)۔

اس کے علاوہ ۳۰ ارکان پر مشتمل علمی شاخ کے لیے کاؤنسل کی تشکیل ہوئی جس کے کنوینر جناب عابد ضمیر صاحب مقرر ہوئے۔

(آزاد ہند)

اردو کے بارے میں موجودہ حکومت کی پالیسی بالکل صاف ہے
اردو کو اس کا حق جلد ملے گا

دھنباد۔ حکومت بہار کے ڈپٹی چیف منسٹر جناب کرپوری ٹھاکر نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ اردو بھی اسی طرح ہندوستان کی زبان ہے جس طرح ہندی ہے اس سوال کے جواب میں کہ اردو کے بارے میں آپ کی حکومت نے جو وعدہ کیا ہے وہ کب تک پورا کیا جائے گا؟

جناب ٹھاکر نے کہا کہ ہماری حکومت کی پالیسی اردو کے معاملہ میں بھی بالکل صاف ہے۔ اردو کو اس کا جائز حق جلد ہی ملے گا موصوف نے فرمایا کہ ابھی حال ہی میں اسٹیٹ انجمن ترقی اردو بہار کا ایک وفد جناب غلام سرور صاحب کی قیادت میں مجھ سے پٹنہ میں ملا تھا۔ ان کی باتیں ٹھیک ہیں ہم نے اپنے ۳۳ نکاتی پروگرام میں اردو کا مسئلہ رکھا ہے اور اب ہم جلد ہی اس سلسلے میں کارروائی کرنے جا رہے ہیں۔

(سنگم)

مدھوپور میں انجمن ترقی اردو کی نئی کمیٹی کی تشکیل

انجمن ترقی اردو شاخ مدھوپور کی ایک مخصوص نشست نئے انتخاب کے سلسلے میں منعقد ہوئی جس میں مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر۔ جناب ڈاکٹر حافظ غریب اللہ صاحب۔

نائبین صدر۔ جناب ارشاد کاشف صاحب، جناب ایم صلاح اللہ صاحب انصاری ایم، کام

جنرل سکریٹری۔ جناب ایس، ایم ضیاء الصمد صاحب۔

اسسٹنٹ جنرل سکریٹری۔ جناب محمد شفیع احمد صاحب۔

سکریٹری نشر و اشاعت۔ جناب محمد رفیق شبنم صاحب۔

(سنگم)

انجمن ترقی اردو مغربی بنگال کے انتخابات کی تاریخیں

مرکزی انجمن ترقی اردو کی حالیہ ہدایت کی رُو سے ریاستی شاخ کی تشکیل ۳۱ رجولائی ۱۹۷۶ء تک مکمل ہو جانی چاہیے۔ اس ہدایت کے پیش نظر ریاستی شاخ مغربی بنگال نے انتخاب کے لیے مندرجہ ذیل پروگرام طے کیا ہے۔

(۱) مقامی شاخوں کے انتخابات۔ ۹ رجولائی ۱۹۷۶ء تک
(۲) ضلعی شاخوں کے انتخابات۔ ۱۷ رجولائی ۱۹۷۶ء تک
(۳) ریاستی شاخ کا انتخاب ۳۰ رجولائی ۱۹۷۶ء کو۔

تمام ان مقامی شاخوں کو جہاں اب تک انتخابات نہیں ہوئے ہیں۔ اس فیصلہ کی روشنی میں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جلد از جلد ممبر سازی مکمل کر کے ریاستی شاخ کو تاریخ انتخاب کی اطلاع دیدیں تاکہ نگراں انتخاب کے لیے بھیجے جا سکیں۔

جن علاقوں میں اب تک ممبر سازی نہیں ہوئی ہے انھیں چاہیے کہ فوراً ریاستی شاخ (۹ بی بولائی دت اسٹریٹ کلکتہ ۱۲۔ فون نمبر ۳۳-۷۰۸۱) سے رابطہ قائم کریں۔ مزید معلومات کے لیے دفتر میں تشریف لائیں۔ یا خط لکھیں۔

واضح ہو کہ تاریخ میں مزید توسیع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ایم۔ اے مجید جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو مغربی بنگال)

آسنسول میں اردو کانفرنس

ربانیہ پبلک لائبریری آسنسول کے زیر اہتمام ہونے والی اردو کانفرنس کی مجلس استقبالیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اردو کانفرنس ماہ ستمبر میں منعقد کی جائے۔ تاریخ کے تعین کا اعلان جلد ہی کر دیا جائے گا یہ کانفرنس ۳ رجون کو ہونے والی تھی جو چند ناگزیر حالات کی بنا پر ملتوی کر دی گئی تھی اس سلسلہ میں مجلس استقبالیہ نے انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ کا بھی تعاون حاصل کر لیا ہے انجمن کے نائب صدر اور جنرل سکریٹری و دیگر اراکین نے یقین دلایا ہے کہ اردو کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے انجمن کی طرف سے ہر ممکن کوشش کریں گے اور انجمن کی تمام (ضلعی ریاستی اور مرکزی) شاخوں سے رابطہ قائم کریں گے اس طرح اب یہ کانفرنس انجمن ترقی اردو ہند کی خاص نگرانی میں ہوگی۔

(محمد اقبال امام عاصی سکریٹری مجلس استقبالیہ اردو کانفرنس)

چکیا میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام

چکیا: جناب محمد خالد اطلاع کرتے ہیں کہ موضع چکیا ڈاک خانہ رتن پور ضلع شاہ آباد میں انجمن ترقی اردو کی ایک مقامی شاخ کھولی دی گئی ہے جس نے ممبر سازی کی مہم کو نہایت جوش کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اس شاخ میں ممبروں کی تعداد ۴۴ تک ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حضرات شکریہ کے مستحق اور قابل مبارکباد ہیں۔

(۱) ابو الحسنات صاحب مکھیا۔ (۲) بدر الدین احمد صاحب
(۳) صفدر امام صاحب (۴) محمد خالد صاحب
(۵) محمد مسعود عالم صاحب (۶) جمال الدین صاحب
(۷) محمد عیسیٰ صاحب (۸) اظہار الحق صاحب
(۹) محفوظ الحق صاحب (۱۰) مسیح الزماں صاحب

(سنگم)

اقلیتی بورڈ کا کنونشن جولائی کے اواخر میں

پٹنہ۔ راجہ رام موہن رائے سمتی کے ہال میں بہار اسٹیٹ اقلیتی تعلیمی بورڈ کی عارضی کمیٹی کی نشست غلام سرور کی صدارت میں ہوئی۔ کنوینر جناب کلیان کمار یودوا اور پرنسپل رام موہن رائے سمتی نے بورڈ کے دستور کا مسودہ اور تمام اقلیتی اسکولوں کے لیے ایک دستور کا خاکہ پیش کیا۔

جناب ڈاکٹر ایس۔ ایم گھوشال، جناب ہری کامبر پرشاد جین اسکول آرہ، شاہ مشتاق احمد، مولانا محمد صلاح الدین، نسیم احمد ایڈوکیٹ، مولانا جناب صدیقی وغیرہ حضرات نے بحث ومباحثہ میں حصہ لیا اور دستور کی منظوری دی۔

طے ہوا کہ جولائی کے اواخر یا اگست کے اوائل میں پٹنہ میں بہار بھر کے تمام مسلم، سکھ، جین، بودھ، آریہ سماجی، عیسائی اور اردو، بنگلہ اقلیتی اسکولوں کے نمائندوں کا کنونشن بلا کر باضابطہ اور مستقل بورڈ کی تشکیل کر کے اقلیتی تعلیمی اداروں کے دستوری و آئینی و تعلیمی حقوق کی پوری حفاظت اور نگہداشت کی جائے۔

(سنگم)

اردو کے جائز حقوق کی بحالی کے راستے میں روڑا نہ اٹکایا جائے

لکھنؤ۔ محمد حکیم وارثی صاحب جنرل سکریٹری رکشہ مزدور یونین لکھنؤ نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ اردو ہندوستان کی ان ۱۴ زبانوں میں سب سے زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ جن کو حکومت نے مانا ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ آج بھی ہندوستان میں لگ بھگ ۸۸۰ اردو روزنامے شایع ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد اشاعت ۴ لاکھ کے قریب ہے جب کہ انگریزی کے صرف ۵۶ روزنامے اور ہندی کے ۸۴۸ روزنامے شایع ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد اشاعت ۸ لاکھ ہے۔ آپ نے کہا کہ جب اردو والوں نے ہندی کو ملکی طور پر قومی زبان مان لیا ہے تو اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دئے جانے میں ان کو کیا پریشانی ہے۔

اردو کو ثانوی زبان تسلیم کرنے کا مطالبہ

پٹنہ۔ آج بہار کاؤنسل میں جناب نظیر حیدر (ایم۔ ایل۔ سی کانگریس) نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ بہار میں اردو کو ثانوی سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جانا چاہیئے۔

جن کرانتی دل کے شاہ عزیر صاحب ایم۔ ایل۔ سی نے بھی اس مطالبہ کی حمایت کی اور اردو کو ثانوی زبان کی حیثیت سے تسلیم کئے جانے پر زور دیا۔

(سنگم)

جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات کا داخلہ شروع

امتحانات جامعہ اردو ۶ نومبر ۱۹۶۷ء سے ہند و بیرون ہند کے تمام سنٹروں پر بیک وقت منعقد ہوں گے۔ فیس و فارم کے داخلہ کی آخری تاریخ ۵ اگست اور فیس تاخیر کے ساتھ ۲۰ اگست ۱۹۶۷ء ہے۔ تفصیلی معلومات کے لیے رجسٹرار جامعہ اردو علی گڑھ سے خط و کتابت کیجیے۔

جس مقام سے ۲۰ یا اس سے زیادہ تعداد میں امیدوار جامعہ اردو کے امتحانات میں شریک ہوں گے اس مقام کو امتحان کا سنٹر مقرر کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہاں قابل اطمینان انتظام ممکن ہو۔

مجوزہ فارم قیام جدید سنٹر دفتر جامعہ اردو علی گڑھ سے براہ راست طلب کیجیے۔

اردو لٹریری اسوسی ایشن مدراس میں شام غزل

اردو لٹریری اسوسی ایشن مدراس کا ماہانہ مشاعرہ بتاریخ ۱۵ جون ۱۹۶۷ء بروز شنبہ شب کے دس بجے بمقام (سی۔ ایم۔ ایس ٹیلرس) نمبر ۳ حسین ملک اسٹریٹ مدراس ۲ منعقد ہوا۔

جناب فرحت کیفی نے صدارت فرمائی۔

جناب حافظ سید حمید اللہ بختیاری نے قرأت سے مشاعرہ کا آغاز فرمایا۔

طرحی دور کا آغاز جناب کرشن موہن (ایم۔ اے) کی غزل سے ہوا۔ آپ کی غزل جناب کاوش بدری (بی۔ اے) نے پڑھی۔ طرحی دور کے بعد غیر طرحی دور شروع ہوا۔ جس میں جنوبی ہند کے مندرجہ ذیل شعرا نے اپنے طرحی اور غیر طرحی کلام سے اہل محفل کو محظوظ فرمایا۔

خورشید مدراسی، راجی صدیقی، عقیل مدراسی، کاوش بدری گلاب مدراسی، اظہار مدراسی، کشفی مدراسی، درد مدراسی، سحاب بختیاری، رہبر مدراسی، عبدالجبار صابر، محمد فاروق صابر آخر میں صدر صاحب نے اپنے کلام سے اہل محفل کو نوازا۔

اختتام پر معتمد اردو لٹریری اسوسی ایشن مدراس نے صدر، محترم شعرائے کرام، حاضرین محفل اور مہتمم مشاعرہ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کیا۔

اس طرح یہ دلچسپ ادبی نشست شب کے ایک بجے بحسن و خوبی تمام ہوئی۔

راجی صدیقی (معتمد)

اظہار مدراسی (شریک معتمد)

بزم اقبال آگرہ کا تعزیتی جلسہ

بزم اقبال آگرہ کا ایک جلسہ جناب محمد علی شاہ صاحب میکش اکبر آبادی کے دولت خانہ پر منعقد ہوا، اور حسب ذیل تجویز منظور ہوئی۔

بزم اقبال آگرہ کا یہ جلسہ نواب جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی مرحوم و جناب شاہد احمد دہلوی مرحوم مدیر ساقی کے سانحہ ارتحال سے اردو ادب اور ہماری مشترکہ تہذیب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، اس پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان مایۂ ناز ہستیوں کے لیے دعاء خیر و پس ماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔

(یوسف مرزا)

انجمن ترقی اردو شاخ اکولہ کے زیر اہتمام مشاعرہ

گذشتہ ماہ میونسپل ٹاؤن ہال اکولہ میں زیر صدارت جناب خان محمد اصغر حسین صاحب ایڈووکیٹ ایم۔ ایل۔ اے اکولہ ایک مشاعرہ منعقد ہوا جس میں مقامی شعرائے کرام کے علاوہ پروفیسر ذکا صدیقی، پروفیسر شارق نیازی، منصور کارنجوی، پروفیسر محمد منشاء الرحمٰن خاں صاحب منشا، حضرت قیا حبیب الرحمٰن صدیقی، جناب غلام حسین صاحب راز بالاپوری وغیرہ نے شرکت فرمائی۔

پروفیسر ذکا صدیقی نے اس موقع پر ایک مرثیہ قیصر مرحوم کی یاد میں سنایا۔

اسی مشاعرہ میں قیصر مرحوم کے دوسرے مجموعۂ کلام "آبشار" کا خیر مقدم کیا گیا۔

(بشیر احمد شہید۔ ایم۔ اے)

"آوازیں" کی رسم اجراء

نئی دہلی کناٹ پلیس کے جوال مال شاعر پورن کمار ہوش کی تازہ ترین تصنیف آوازیں کی رسم افتتاح کے سلسلے میں دہلی کے سرکردہ ادیبوں اور صحافیوں کی طرف سے ایک پرتکلف ٹی پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں دہلی کی ادبی شخصیتوں نے شمولیت کی۔

صدارت کے فرائض اور رسم افتتاح جناب زبیر رضوی نے ادا کئے

جناب خوشتر گرامی صاحب نے افتتاحی تقریر فرماتے ہوئے کہا کہ "پورن کمار ہوش ابھرتے ہوئے نوجوان شعرا میں بہت اہم ہیں۔ ان کا کلام مجاہدانہ اور انقلابی ہے اور اس نے مجھے شدت سے متاثر کیا۔

جناب زبیر جی نے بھی اپنی صدارتی تقریر میں ہوش صاحب کے کلام کی نمایاں خصوصیات کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "آوازیں" کے قطعات اور نظموں میں حساس دل کو شدت سے متاثر کرنے کی طاقت ہے۔ حق کی بات تو یہ ہے کہ میں نے کتاب پڑھنی شروع کی تو اس وقت تک اسے چھوڑنے کو جی نہ چاہا جب تک کہ تمام کی تمام پڑھ نہ لی۔

اس کے بعد جناب صدر نے "آوازیں" کی ایک ایک جلد حاضرین کی خدمت میں پیش کی۔

(جیرام داس فلک)

تمام پرائمری اسکولوں میں کشمیری پڑھائی جائے

سرینگر۔ کشمیری ادیبوں نے حکومت کو ایک یادداشت بھیجی ہے جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ریاست کے تمام پرائمری اسکولوں میں کشمیری زبان پڑھائی جائے۔

انھوں نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ لداخ میں لداخی زبان کو اور جموں میں ڈوگری کو ان کا جائز مقام ملنا چاہیے۔

کشمیری ادیبوں کی ایک انجمن کے ترجمان نے نمائندہ تاقین کو بتایا کہ اگر اس سلسلے میں کوئی فوری اقدام نہ کیا گیا تو ادیبوں کی انجمن دوسرے ذرائع اختیار کرنے کے لیے مجبور ہو جائے گی۔ جن میں ایک یہ ہوگا کہ یہ معاملہ عدالت میں لایا جائے۔

یادداشت میں کہا گیا ہے کہ کشمیری ہندوستان کی ان چودہ زبانوں میں سے ایک ہے جسے حکومت ہند تسلیم کر چکی ہے۔ اگر ان میں سے کسی علاقائی زبان کو اس کا مناسب مقام نہ دیا جائے تو یہ ہندوستان کے آئین کی خلاف ورزی ہے۔

تمام دوسرے صوبوں میں وہاں کی زبانیں یونیورسٹی تک ذریعہ تعلیم ہیں۔ اردو کشمیر کی عدالتی زبان ہے۔ مگر کشمیری ادیب اسے علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۱۹۵۰ء میں کشمیر کے اس وقت کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ نے پرائمری جماعتوں کے لیے کشمیری ذریعہ تعلیم قرار دیا تھا۔ مگر جب ۱۹۵۳ء میں بخشی غلام محمد برسر اقتدار آئے تو انھوں نے شیخ عبداللہ کے اس فیصلہ کو منسوخ قرار دے دیا۔ کشمیری ادیبوں کو یقین ہے کہ موجودہ وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد صادق کشمیری زبان میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر بعض دوسرے لوگ اس معاملہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔

اب سے کچھ عرصہ پہلے تک کشمیری کا اپنا کوئی رسم الخط نہیں تھا۔ ۱۹۴۷ء کے کچھ عرصہ بعد اس مقصد سے فارسی رسم الخط استعمال ہونے لگا۔ اب اس رسم الخط کو سدھارنے کا وقت آگیا ہے۔

کچھ کشمیری ادیب رومن رسم الخط اپنانے کے حق میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح سے کشمیری کی اچھے ڈھنگ سے نشوونما ہو سکتی ہے۔

ان ادیبوں نے ۱۹۶۵ء میں کشمیری ادب کی پہلی تاریخ مرتب کی۔ جسے ادب، کلچر اور زبانوں کی ریاستی اکیڈیمی نے بہترین کتاب قرار دیا، اور انعام دیا۔

کشمیری زبان کے بارے میں ساہتیہ اکیڈمی سے بھی کشمیری زبان کے ادیب سخت ناراض ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ۱۹۶۲ء سے اکیڈمی نے کشمیری زبان میں کتابوں کی نشر و اشاعت بند کر رکھی ہے اس اکیڈمی کی طرف سے ہندوستان کی تمام زبانوں میں کتابیں چھاپی جا رہی ہیں۔ مگر کشمیری کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

(قومی آواز)

مدھیہ پردیش میں اردو، عربی، فارسی جاری رہے گی

بھوپال۔ جمعیۃ علماء مدھیہ پردیش کے جنرل سکریٹری عیسیٰ بھائی نے مطلع کیا ہے کہ ہائر سکنڈری اسکولوں سے عربی، فارسی، اردو کے اساتذہ کے تبادلہ اور ریٹائرمنٹ کے بروئے کار لانے سے ان زبانوں کے طلبہ میں بڑی تشویش اور پریشانی پھیل گئی تھی چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے اعلیٰ افسران سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے پیدا ہونے والی عملی مشکلات پیش کیں جس پر ہمیں یقین دلایا گیا ہے کہ تمام اسکولوں میں عربی، فارسی اور اردو بدستور جاری رہے گی اور حسب ضرورت ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا اس لیے ان طلبہ کو جو نویں جماعت میں عربی اور فارسی اور اردو لینا چاہتے ہوں مایوس اور پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں اپنے داخلے کی درخواست میں ان مضامین کو بلا کسی رکاوٹ کے لے سکتے ہیں اگر پھر بھی کوئی دشواری پیش آئے یا کوئی اسکول ان مضامین کی تعلیم کی اجازت نہ دے تو انھیں جناب خلیل بدر صاحب (صدر انجمن حزب الجدل ایسوسی ایشن) کو مطلع کیا جائے تاکہ فوراً ضروری قدم اٹھایا جا سکے۔

(افکار)

ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر پبلشر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا